ب کے سامنے آگئیں پچھلی صفیں الٹ چکی تھیں مگر پھر بھی خال خال اصحابِ فضل و کمال موجود تھے۔ جن کے سانچے اب موجودہ دنیا کی مٹی سے ڈھالے نہیں جا سکتے" (کاروانِ خیال مکتوب مولانا آزاد ص ۶۹ تا ۷۰)

آگے چل کر مولانا آزاد نے اس خط میں اس وقت کے عرب و عراق و ایران کے بعض اہلِ کمال کا نام لے کر ان کے کمالات کا ذکر اور ان میں سے بعض سے اپنے ذاتی اور خاندانی تعلقات کی تفصیل کسی قدر بیان کی ہے چونکہ اس تمام تفصیل کا موجودہ بحث سے تعلق نہیں ہے اس سے قطع نظر کر کے اصلی بحث کی طرف آتے ہیں۔ جو یہ ہے کہ مولانا آزاد کے اس مکتوب کا جو جواب مولانا شروانی کی طرف سے دیا گیا وہ کاروانِ خیال کے ص ۸۱ تا ۸۶ پر موجود ہے۔ مولانا شروانی اپنے جوابی مکتوب میں لکھتے ہیں :-

"آپ نے بغداد کا ذکر چھیڑا اچھا کو وہ وقت یاد آگیا جب دو نوجوان ابو الکلام آزاد و ابو النصر آہ نمایاں ہوئے تھے۔ امرتسر سے وکیل اخبار منشی غلام محمد مرحوم کی ادارت میں شان و وقار کے ساتھ نکلتا تھا۔ اس میں آپ کے مضامین ہوتے تھے جو اس وقت بھی لطفِ کلام اور خوبی معانی کے جوہر سے آراستہ ہوتے تھے اسی سلسلہ میں یہ سنا کہ آپ بغداد چلے گئے۔ بغداد کی روداد آپ نے اب سنائی"۔ (کاروان خیال طبع اول ص ۸۲-۸۳)

اب مولانا شروانی کی اس عبارت کا مولانا سید سلیمان کی منقولہ بالا عبارت سے مقابلہ کیجیے جو انھوں نے "کاروانِ خیال" کے حوالے سے مولانا شروانی کی طرف منسوب کی ہے تو حیرت ہوتی ہے کہ سید صاحب مولانا شروانی کی طرف وہ لفظ اور وہ نام منسوب کرتے ہیں جو ان کی زبان و قلم سے نہیں نکلے۔ اور ستم یہ ہے کہ اس کتاب کے حوالے سے نقل فرماتے ہیں جو اس کتاب میں مطلق نہیں پائے جاتے مولانا شروانی اس زمانے میں نمایاں ہونے والے دو نوجوانوں کے نام ابو الکلام آزاد اور ابو نصر آہ لکھتے ہیں جو بالکل صحیح ہے اور حضرت سید صاحب مولانا شروانی کے حوالے سے نوجوانوں کے نام غلام محی الدین اور ابو الکلام بتا کر غلام محی الدین کو مولانا آزاد کا بڑا بھائی قرار دیتے ہیں جو خلافِ واقعہ ہے کیونکہ مولانا کے بھائی کا نام غلام یاسین[1] اور کنیت ابو النصر اور آہ تخلص تھا اور حضرت سید صاحب بھول جاتے ہیں کہ غلام محی الدین[2] احمد اور فیروز بخت نام اور ابو الکلام کنیت اور آزاد تخلص خود مولانا ابو الکلام آزاد کے ہیں۔ پھر حضرت سید صاحب غلام محی الدین کے ہمراہ ابو الکلام کی بجائے حافظ عبد الرحمٰن

[1] قاموس المشاہیر جلد اول ۱۲ [2] قاموس المشاہیر جلد ا ص ۳۶

امرتسری سیاح ممالک اسلامیہ کا نام لیتے ہیں۔ حالانکہ مولانا شروانی جن کے حافظہ کی کمزوری کا سید صاحب کو رنج ہے دونوں بھائیوں کے نام صحیح لکھ رہے ہیں اور حضرت سید صاحب جن کو اپنے قوت حافظہ پر بھروسہ ہے بدقسمتی سے دونوں بھائیوں کے نام تک بھول گئے ہیں۔ اور یہ حضرت سید صاحب کا یہ فرمانا کہ غلام محی الدین کے ہمراہ ابوالکلام نہ تھے بلکہ حافظ عبدالرحمٰن امرتسری تھے کیسی پہیلی بن گیا ہے

مولانا شروانی فرماتے ہیں کہ "آپ نے بغداد کا ذکر چھیڑا مجھ کو وہ وقت یاد آگیا جب دو نوجوان ابوالکلام آزاد اور ابوالنصر آہ نمایاں ہونے تھے" . . . . . اسی سلسلے میں سنا کہ آپ بغداد چلے گئے"

سید صاحب فرماتے ہیں کہ غلام محی الدین کے ہمراہ ابوالکلام نہ تھے۔ حافظ عبدالرحمٰن امرتسری تھے۔ لیکن جب حافظ عبدالرحمٰن امرتسری کی طرف توجہ کی جاتی ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ حافظ صاحب مرحوم نے ممالک اسلامیہ کا سفر ۱۸۹۰ء میں کیا تھا۔ اُن کا سفرنامہ بلاد اسلامیہ (طبع اول مطبوعہ مفید عام لاہور) جو ۱۹۰۵ء میں چھپ کر شایع ہوا۔ اس وقت میرے سامنے ہے۔ لیکن پوری کتاب میں سفر عراق کا کہیں مذکور نہیں۔ ہاں ان کا ایک دوسرا سفرنامہ بھی ہے مگر جہاں تک مجھے یاد ہے وہ سفرنامہ ہندوستان کا ہے۔ ممالک اسلامیہ یا عراق کا نہیں افسوس ہے کہ وہ اس وقت میرے سامنے نہیں۔

ہو سکتا ہے کہ جس وقت مولانا ابوالکلام آزاد نے عراق کا سفر کیا ہو تو حافظ عبدالرحمان صاحب بھی ہمراہ ہوں یہ بالکل ایک الگ بحث ہے لیکن اس سے یہ کیسے ثابت ہو سکتا ہے کہ مولانا ابوالکلام کا سفر عراق افسانہ بے تاریخ ہے۔

اپنی حالت یہ ہے کہ اگر ایک طرف مولانا ابوالکلام آزاد کے علم و فضل و صبر و ضبط اور بردباری اور استقامت کے سامنے گردن خم ہے۔ تو دوسری طرف مولانا سید سلیمان کے علمی فتوحات سے فیض یاب ہونے والے بے شمار لوگوں میں سے ایک ہونے کی بھی ہمیں عزت حاصل ہے۔

ناظرین کرام خود ملاحظہ کر سکتے ہیں کہ حقیقت حال کیا ہے؟

ادبیات

مرثیہ سیماب

(از الم مظفر نگری)

(۱)

کون سمجھے صبح و شامِ دہر کی بازی گری
مستقل دھوکا ہے کارِ گنبدِ نیلو فری

اک طلسمِ ہوش فرسا ہے جہانِ بے ثبات
فتنہ پرور ہے بہر عالم مزاجِ کائنات

رہزنی ہے فطرتِ ہستی میں راسخ بے گماں
لوٹتی ہے خود ہی یہ منزل متاعِ کارواں

کون ہے جو ناوکِ بیداد کا بسمل نہیں
گردشِ ایام سے محفوظ کوئی دل نہیں

قصدِ باطل ہے تصور بھی یہاں تعمیر کا
حامِل تخریب ہے پہلو ہر اک تدبیر کا

کلبۂ احزانِ مفلس ہو کہ ایوانِ شہی
دستِ بیدادِ اجل کی زد سے لرزاں ہیں سبھی

واقعی مخدوش ہے ہر لمحۂ دورِ زماں
ہے مسلط ذہن و دل پر خوفِ مرگِ ناگہاں

کس قدر ہے روح فرسا داستانِ زندگی
ذرہ ذرہ ہے جہاں کا نوحہ خوانِ زندگی

ہائے علم و فن کی دنیا میں اندھیرا چھا گیا
آفتابِ آسمانِ شاعری گہنا گیا

(۲)

وہ تخیل جو طوافِ عرش میں مشغول تھا
بے نیازِ گرمیِ پرواز ہو کر رہ گیا

وہ تفکر تھا جو اک دریائے عرفانِ خودی
اس کی ہر اک موج پر چھائی ہوئی ہے خامشی

جو تکلم پردۂ گفتار میں تھا گل فشاں
اس کے نغموں کی خموشی بن گئی ہے سوزِ جاں

آج وہ فکرِ فلک پیما ہے بیزارِ صعود جس کی جولانگاہ تھی بالائے ایوانِ شہود

وہ زباں چپ ہے دیا کرتی تھی جو دادِ سخن کس کو اب ٹھہرائیں گے اہلِ نظر معیارِ فن

اب ہے محوِ خواب تھی نقادِ جلوہ جو نظر کس لئے روشن ہیں پھر یہ انجم و شمس و قمر

کیوں ہے گرمِ خود نمائی لالہ و گل کا نکھار جب کہ گلشن میں نہیں ہے صیرفیٔ نوبہار

اب ہے معذورِ تماشا چشمِ جوہر آشنا کیوں صدف میں ہیں گہر دلبستۂ نشوونما

ہو گئی ہیں قلزمِ سیماب کی موجیں خموش
اب فلک پر چشمۂ سیماب سے کیوں گرمجوش

(۳)

آہ اے سیماب اے رونق فروزِ بزمِ داغ آہ دنیا نور ہ گئی اردو کی محفل بے چراغ

آج ہے سونی بساطِ انجمن تیرے بغیر محفلِ ماتم ہے ہر بزمِ سخن تیرے بغیر

تیرے جانے سے ہوئے بیگانۂ ذوقِ گداز سوزِ شمعِ بزم اور پروانۂ محفل کا ساز

سلز آہنگ سرِ محفل ہیں نالہ آفریں زمزمہ مطرب ہے یا طوفانِ آہِ آتشیں

رخصتِ صبحِ بہارِ عیش اے ساقی ہے آج اختتامِ دورِ لطفِ بادہ آشامی ہے آج

عشق کی اب ہر فغاں بے کیف و بے تاثیر ہے حسن کے جلووں کا عالم مطلقاً دل گیر ہے

رہینِ صد افسردگی ہے لالہ زاروں کا شباب بے بصر ہے چشمِ نرگس ساغرِ گل بے شراب

بجلیاں برسا رہے ہیں قافلے پر بے گماں زحمتِ نظارہ بن کر صبحِ منزل کے نشاں

قافلہ ہے بے امیرِ کارواں اندوہگیں
تا بہ منزل اب کوئی پہنچے یہ ممکن ہی نہیں

(۴)

کون دے جذباتِ مردہ کو نویدِ زندگی کون بخشے ظلمتِ احساس کو تابندگی

ہے سخن میں کس سے گرمی پیامِ انقلاب کس کا ہر شعر کارِ فن ہے آپ ہی اپنا جواب